

ارض مقدس اور صہیونی نظریات: ایک تجزیاتی مطالعہ

Abdullah Qasim¹, Dr. Muhammad Shahid Habib²

¹ Ph.D. Scholar, Department of Islamic Studies, Khwaja Fareed University of Engineering & Information Technology (KFUEIT), Email: hafizabdullahqasim313@gmail.com

² Assistant Professor, (Islamic Studies) Institute of Humanities and Arts, Khwaja Fareed University of Engineering & Information Technology (KFUEIT),
Email: shahid.habib@kfueit.edu.pk

DOI: <https://doi.org/10.70670/sra.v4i1.2470>

Abstract

The Holy Land, comprising Jerusalem and Palestine, is regarded as sacred by Judaism, Christianity, and Islam. This article presents an analytical study of Zionist ideologies and their relationship with the concept of the Holy Land. Emerging in late 19th-century Europe, Zionism transformed a religious aspiration into a political movement aimed at establishing a Jewish national state in Palestine. This paper examines the historical evolution of Zionism from religious messianism to political Zionism led by Theodor Herzl. It critically analyzes the core tenets of Zionist ideology: religious justification derived from biblical covenants, national justification as a response to antisemitism in Europe, and historical claims based on ancient ties to the land. The study also explores key narratives such as the "empty land" thesis and the doctrine of settlement, which played a central role in the colonization process. By reviewing religious texts, historical records, and United Nations resolutions including UNGA 181 and UNSC 242, the article assesses the socio-political consequences of Zionist ideology. It argues that the merging of religious sanctity with nationalist politics has been a primary factor in the protracted Arab-Israeli conflict and has posed significant challenges to international law and peace initiatives. The study concludes that the sacralization of territory for political purposes has intensified the dispute over the Holy Land. A just and lasting resolution necessitates acknowledging the legitimate religious and historical rights of all communities and adherence to international legal frameworks.

Keywords: Holy Land, Zionism, Palestine, Jerusalem, Religious Nationalism, Political Ideology

تعارف

ارض مقدس کا علاقہ دنیا کی تہذیبوں کا سنگم رہا ہے۔ یہودی، عیسائی اور مسلمان تینوں اسے "مقدس سرزمین" مانتے ہیں۔ 19 ویں صدی کے آخر میں یورپ میں ابھرنے والی صہیونی تحریک نے مذہبی تقدس کو سیاسی مقصد کے لیے استعمال کیا۔ اس آرٹیکل کا مقصد صہیونی نظریات کا تاریخی پس منظر، مذہبی جواز اور سیاسی اثرات کا تنقیدی تجزیہ کرنا ہے۔

ارض مقدس کا مفہوم اور مذہبی حیثیت:

لغوی و اصطلاحی معنی

"مقدس" کا مطلب ہے پاک، برکت والا۔ "ارض مقدس" سے مراد فلسطین، یروشلم اور گرد و نواح کا علاقہ ہے۔

یہودی نقطہ نظر

تورات میں اسے "ارض اسرائیل" کہا گیا۔ یروشلم میں پہلی اور دوسری ہیکل کی موجودگی کی وجہ سے اسے خاص اہمیت حاصل ہے۔ "وعدہ شدہ سرزمین" کا تصور تورات کی بنیاد ہے۔

اسرائیل کو عطا کی گئی نعمت اور تقدس کی کہانی تاریخ کے اوائل میں شروع ہوئی - یہودیوں کے ان کی تورات کے دعوے کے مطابق - جیسا کہ نوح کے قصے کے سیاق و سباق میں ظاہر ہوتا ہے:

”جب نوح اپنی نیند سے بیدار ہوا تو اس نے دیکھا کہ اس کے چھوٹے بیٹے نے اس کے ساتھ کیا سلوک کیا ہے، اس نے کہا!

کنعان ملعون ہے، غلاموں کا غلام ہے۔۔ آپ نے فرمایا:

”مبارک ہے سام کا معبود ہے تاکہ کنعان اس کا بندہ رہے۔ اللہ تعالیٰ نے یافث کے لئے اس کو فتح کیا اور اس کو یہاں بسایا¹

اس طرح برکت کا آغاز سام سے ہوا - جس کے ساتھ یہودی اپنا سلسلہ نسب منسوب کرتے ہیں - اور یہ پھر برکت پہنچ گئی ابراہیم علیہ السلام تک - تورات کے مطابق: رب نے ان کے بارے میں کہا -

”رب نے ابرام سے کہا: اپنی سرزمین اور اپنے اہل خانہ سے اور اپنے باپ کے گھر سے اس ملک میں جا جو وہ تمہیں دکھاتا ہے۔ میں تمہاری قوم کو عظیم بناؤں گا، اور میں تمہیں برکت دوں گا اور تمہارا نام عظیم کروں گا، اور تم ایک نعمت ہو گے اور تمام قبائل زمین سے تم اعلیٰ ہو گے۔²

اسلامی نقطہ نظر

قرآن میں اسے ”الارض المقدسة“ کہا گیا:

”يَا قَوْمِ ادْخُلُوا الْأَرْضَ الْمُقَدَّسَةَ الَّتِي كَتَبَ اللَّهُ لَكُمْ“

قرآن مقدس میں اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کی یہودیوں اور نصرانیوں سے براءت کا ذکر کیا فرمایا:

مَا كَانَ إِبْرَاهِيمُ يَهُودِيًّا وَلَا نَصْرَانِيًّا وَلَكِنْ كَانَ حَنِيفًا مُسْلِمًا وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ³

عیسائی نقطہ نظر

بیت اللحم، ناصرت اور یروشلم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زندگی سے منسلک ہیں۔ اس لیے یہ عیسائیوں کے لیے بھی زیارت گاہ ہے۔

علامہ ابن قیم الجوزیہ رحمہ اللہ یہودیوں کی حالت ان کی نسل کی تعظیم اور دوسری قوموں کو نیچا دکھانے کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”اور یہ حیرت کی بات ہے کہ ان کے علم کے کھو جانے کے باوجود، ان کی ریاست کی بے حسی کا سلسلہ جاری ہے۔ اس کے بر خلاف، اور ان کے آباؤ اجداد کی بندر میں تبدیلی۔ کیونکہ انہوں نے انبیاء کو قتل کیا، سبت کے دن کی خلاف ورزی کی، اور موسیٰ علیہ کی شریعت اور تورات سے انحراف کیا، اس کے احکام کو نظر انداز کیا۔ وہ ہر روز اپنی دعاؤں میں کہتے ہیں:

”ہم سے پیار کر، اے خدا، ہمارے باپ، آپ ہمارے باپ، ہمارے نجات دہندہ ہیں۔“ وہ اپنے آپ کو انگور کے گچھوں کے طور پر اور دیگر تمام قوموں کی نمائندگی کرتے ہیں جو انگور کی بیل کو گھیرے ہوئے کانٹوں کے طور پر اس کی حفاظت کرتے ہیں۔⁴

بائبل کی عبارتیں بنی اسرائیل کو عطا کی گئی ابدی نعمت اور خصوصی تقدس کو جوڑتی ہیں، جیسا کہ ان کا دعویٰ ہے اس بابرکت مقدس سرزمین کے متعلق جو رب نے انہیں دینے کا وعدہ کیا تھا۔

یاد رکھئے! جو کوئی بھی عہد نامہ قدیم کی نصوص کا مطالعہ کرتا ہے وہ واضح طور پر ان عظیم نعمتوں کے درمیان ایک تعلق پہچان لے گا جو خداوند نے اپنے چنے ہوئے لوگوں پر نازل کی ہیں، اور اس سرزمین کے درمیان جسے خداوند نے برکت دی ہے۔

گویا عہد نامہ قدیم کا مصنف اس مبارک لوگوں (تورات کی اصطلاح میں) اور اس مبارک سرزمین کے درمیان ایک ناگزیر، لازم و ملزوم اور خصوصی تعلق قائم کرنے کی کوشش کر تا ہے۔

لوگوں کی برکت اور زمین کی برکت اور قبضے کے درمیان تعلق کو عہد نامہ قدیم کی پہلی پانچ کتابوں میں بار بار دہرایا گیا ہے جو موسیٰ علیہ السلام سے منسوب ہیں اور دوسری کتابوں میں بھی۔

پیدائش کی کتاب میں، خداوند نے ابراہیم (علیہ السلام) اور ان کی اولاد کو جو نعمت عطا کی تھی اس کا تعلق اس نعمت کے نتیجے میں وراثت میں ملنے والی زمین سے ہے، جیسا کہ خداوند کا فرشتہ ابراہیم سے کہتا ہے:

¹ - تکوین: 24/9-27

² - تکوین: 12/3-1

³ - القرآن: 3/67

⁴ - ابن قیم الجوزی، مدایہ الحیاری، ص/173

”میں یقیناً تجھے برکت دوں گا اور تیری نسل کو آسمان کے تاروں کے برابر کر دوں گا۔ (یعنی آسمان میں ستاروں کی طرح بے شمار)۔ اور سمندر کے کنارے موجود ریت کے ذرات کے برابر کر دوں گا۔“⁵
اسی کتاب میں ملک موعود سے متعلق اسحاق علیہ السلام کے لیے ایک نئی نعمت ہے۔ خداوند اس سے کہتا ہے:

(تورات کے مطابق) فلسٹیوں کی طرف اس کے سامنے ظاہر ہونے کے بعد:
”اس ملک میں رہو، اور میں تمہارے ساتھ رہوں گا اور تمہیں برکت دوں گا۔ میں اپنی اولاد کو یہ ساری زمین دوں گا، اور جو قسم میں نے تمہارے باپ ابراہیم سے کھائی تھی اسے پورا کروں گا۔“⁶
اور اسحاق (علیہ السلام) کو وراثت میں ملنے والی نعمت کی مزید تصدیق بنی نوع انسان اور زمین کو منتقل ہوئی:

”میں تیری اولاد کو آسمان کے ستاروں کی طرح بڑھاؤں گا، اور میں تیری اولاد کو یہ ساری زمین دوں گا، اور تیری اولاد کو زمین کی تمام قومیں نصیب ہوں گی۔“⁷
ارض مقدس کی حدود:

بیت المقدس کو عبرانی میں ”یروشلم“ کے نام سے جانا جاتا ہے، یہ لفظ عہد نامہ قدیم میں 680 سے زیادہ مرتبہ استعمال ہوا ہے۔ یہ لفظ 19 ویں صدی قبل مسیح سے ماخوذ ہے جبکہ بعض علماء کا خیال ہے کہ ”یروشلم“ کی اصطلاح خالص عبرانی زبان کی نہیں ہے، انہوں نے یہ نام عبرانیوں کی آمد سے پہلے رکھا تھا۔
عہد نامہ قدیم کے مصنفین بار بار رب کے اس خیال پر زور دیتے ہیں کہ ”یروشلم“ وہ زمین ہے جسے رب نے داود علیہ السلام کے لیے منتخب کیا ... میرے بندے داود کی خاطر، اور یروشلم داود کی آل کی خاطر، اسی وجہ سے یروشلم شہر کو میں نے چن لیا تمام اسباط اسرائیل کی خاطر۔۔۔
اور تورات کے مطابق خداوند، یروشلم کے لوگوں، اور خود داود کی اولاد کو یروشلم کے انتخاب کے معاملے کی تصدیق کرتا ہے:

”جس دن سے میں اپنے لوگوں کو مصر سے نکال لایا، میں نے اسرائیل کے تمام قبیلوں میں سے کسی شہر کو اپنے نام کے لیے گھر بنانے کے لیے نہیں چنا۔ وہاں، میں نے کسی آدمی کو اپنی قوم اسرائیل پر حاکم بننے کے لیے نہیں چنا۔ اس کے بجائے، میں نے یروشلم کو اپنے نام کے لیے چنا، اور میں نے داود کو اپنی قوم اسرائیل پر رہنے کے لیے منتخب کیا تا کہ اس میں میرا نام لیا جائے۔“⁸
اگر خدا نے تورات کے کتابوں کے ذریعہ یروشلم کا انتخاب کیا اور اسے زمین کے تمام مقامات پر ترجیح دی تو اس نے اسے اپنی ابدی رہائش گاہ کے طور پر بھی منتخب کیا۔
کیونکہ داود علیہ السلام نے کہا:

”رب اسرائیل کے خدا نے اپنے لوگوں کو آرام دیا ہے اور ان کو یروشلم ہمیشہ کے لئے بطور رہائش دیا۔“⁹
تورات بیان کرتی ہے کہ داود علیہ السلام نے یروشلم اور اس کے لوگوں کے لیے فدیہ کے طور پر رب کے لیے ایک قربان گاہ بنائی، جب کہ رب یروشلم کو تباہ کرنے والا تھا، لیکن پھر رب کو پکارا اس نے آخری لمحے میں توبہ کی! اور اس نے اپنے نبی داود سے پوچھا:

کہ یروشلم اور اس کے لوگوں کو تباہ کر دیا جائے، اور ایسا ہی کیا گیا۔ کیونکہ لکھا ہے:
”خداوند نے صبح سے مقررہ وقت تک اسرائیل پر وبا پھیلانی اور دان سے لے کر بیتر تک ستر ہزار آدمی مر گئے اور فرشتے نے یروشلم کو تباہ کرنے کے لیے اپنا ہاتھ بڑھایا۔“
”خداوند بُرائی سے نفرت کرنے میں قدیم تھا، اور اُس نے اُس فرشتے سے کہا (جو لوگوں کو تباہ کر رہا تھا)، ”بس، اب اپنا ہاتھ ہٹا لے۔۔۔“ داؤد نے وہاں رب کے لیے ایک مقدس مذبح بنایا اور سوختنی قربانیاں اور سلامتی کی قربانیاں پیش کیں۔ رب نے زمین کی خاطر جواب دیا، اور اسرائیل سے وبا ٹل گئی۔“¹⁰
تورات کی نصوص کا جائزہ لینے کے بعد جن آیات میں ”یروشلم“ کا ذکر ہے، محقق پوچھ سکتا ہے کہ اگر یروشلم خدا کے برگزیدہ لوگوں (اور حقیقت میں خود خدا کے لیے) اتنا مقدس ہے، تو موسیٰ علیہ السلام نے ان سے منسوب پانچ کتابوں میں اس کا ذکر کیوں نہیں کیا؟
اور خداوند نے اس سے پہلے اپنے لوگوں سے ابراہیم، اسحاق اور یعقوب کے ذریعے یہ وعدہ کیوں نہیں کیا؟

⁵ - تکوین: 17/22

⁶ - تکوین: 3/26

⁷ - تکوین: 4/26

⁸ - اخبار الایام الثانی: 6/5-6

⁹ - اخبار الایام الاول: 23/25

¹⁰ - صموئیل الثانی: 24/15-25

کیا وہ خدا کے نزدیک زیادہ معزز نہیں ہیں؟

عیسائی صہیونیت کی طاقت، اثر و رسوخ اور یہودیوں کی حمایت میں اضافے کی بنیادی وجہ حکمران طبقے اور فیصلہ سازوں تک اس کی رسائی تھی۔ جیسا کہ پہلے ذکر کیا گیا ہے۔ مندرجہ ذیل پیراگراف میں عیسائی صہیونیت کے علمبرداروں اور نظریہ سازوں میں سے چند اہم شخصیات کا ذکر کریں گے۔ یہ اعداد و شمار بے شمار ہیں اور ان کو اس تحقیق کے صفحات میں مکمل طور پر شامل نہیں کیا جا سکتا، لیکن اشارے کے طور پر چند افراد کا ذکر کرتے ہیں جنہوں نے فلسطین میں یہودی ریاست کی وکالت کرنے والی عیسائی صہیونی تحریک میں خاص حصہ ڈالا پہلے صہیونیت کو پہچانیئے

صہیونیت:

تعریف

صہیونیت ایک قومی سیاسی تحریک ہے جس کا مقصد یہودیوں کے لیے فلسطین میں ایک قومی ریاست کا قیام تھا۔

صہیونی یہودی اور عیسائی

جس طرح یہودی ارض موعود کے مدعی ہیں اور ان کے حصول کی تگ و دو میں لگے ہوئے ہیں، بعینہ ایسے ہی عیسائی بھی اسی نظریہ کے حامل ہیں، کیوں کہ یہودی تورات کو مانتے ہیں اور اس کی ان آیات کو آیات مقدسہ تسلیم کرتے ہیں۔ ان کے نزدیک تو ان آیات کی Authenticity ہے۔

لیکن کیا عیسائی بھی تورات کو مانتے ہیں؟ ان کے ہاں بھی ان آیات کی Authenticity ہے؟۔

بات یہ ہے کہ اس یہ جو بائبل ہے یہ تو عیسائیوں کی مذہبی کتاب ہے یہودیوں کی مذہبی کتاب تورات ہے بائبل کے اندر دو پورشنز ہیں ایک ہے Old Testament اور ایک ہے New Testament اولڈ ٹیسٹمنٹ جس کو عہد نامہ قدیم کہتے ہیں یہ دراصل حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان سے پہلے آنے والے انبیاء کے اوپر نازل ہونے والی کتابیں تھیں ان کی ٹوٹل تعداد 39 ہے اس کی ابتدائی پانچ کتابیں جو ہیں ان کو تورات کہا جاتا ہے اور ان کے اندر ہے کتاب پیدائش کتاب خروج کتاب احبار کتاب استثنیٰ اور کتاب گنتی یہ پانچ کتابیں جو ہیں اولڈ ٹیسٹمنٹ کی ان پانچوں کو اکٹھا توریت کہا جاتا ہے اور اس کے علاوہ جو کچھ ہے وہ بھی توریت کا حصہ ہے لیکن اس کو اس طرح سے تورات نہیں کہا جاتا۔

تورات ان پانچ ابواب پہ مشتمل ہے اس کے بعد ہے New Testament، اس کے اندر اناجیل ہے اور اس اس کے ساتھ ساتھ 27 کتابیں ہیں یہ مختلف روی کے اپنی اپنی اناجیل ہیں لوقا کی انجیل برنباص کی انجیل متی کی انجیل وغیرہ، یہودی اناجیل کو نہیں مانتے یعنی New Testament کو نہیں مانتے کیونکہ وہ حضرت عیسیٰ کو نہیں مانتے تو

و New Testament کو بھی نہیں مانتے،

یہودی تو New Testament کو نہیں مانتے لیکن عیسائی Old Testament کو مانتے ہیں جب وہ Old Testament کو مانتے ہیں کہ یہ ایک ایسی الہامی کتاب جو من جانب اللہ ہے اور وہ عیسائی حضرت موسیٰ کو بھی مانتے ہیں اور تمام پیغمبروں کو بھی مانتے ہیں تو ایسی صورت میں وہ ان کے لیے یہ بھی اوراق مقدسہ ہے یہ بھی آیات مقدسہ، ہیں لہذا عیسائی بھی اس نظریہ ے جڑ گئے ہیں، اور ارض موعود کے قائل ہیں اور اس کو یہودیوں کے لئے میراث سمجھتے ہیں۔

ارض موعود کے حصول کی تحریکیں :

اسی کے حصول کے لئے صہیونی تحریکیں چلائی گئیں، اور یہ تحریک صرف یہود نے نہیں بلکہ یہودیوں کو متحد کر کے فلسطین میں آباد کرنے کی تحریک سب سے پہلے عیسائیوں نے پیش کی اس لئے اسرائیل کو سب سے زیادہ سپورٹ عیسائیوں کی ہے۔

یہود و نصاریٰ کے نزدیک ارض موعود سے مراد اسرائیل ہے جیسا کہ بائبل میں ہے:

1-Through their deliverance from Egypt, the Israelites had witnessed first-hand God's provision, His power, and His faithfulness to the promises made to their ancestors. 11 مصر سے اپنی نجات کے ذریعے، بنی اسرائیل نے پہلے ہاتھ سے خدا کی فراہمی، اس کی طاقت، اور اپنے باپ دادا سے کیے گئے وعدوں کی وفاداری کا مشاہدہ کیا تھا۔

2. And God continued to provide for all their needs. As they began their journey to Canaan, God provided food and water. 12 اور خدا نے سب کو فراہم کرنا جاری رکھا۔ ان کی ضروریات۔ جب انہوں نے کنعان کا سفر شروع کیا تو خدا نے کھانا اور پانی مہیا کیا۔

11 - Genesis 15:14, Exodus 15:1-21

12 - Exodus 16:12-15, Exodus 15:25

3. He provided clothes and shoes that never wore out.13

اس نے ایسے کپڑے اور جوتے فراہم کیے جو کبھی پرانے نہیں ہوتے تھے۔

4. He gave them His law.14

اس نے انہیں اپنی شریعت دی۔

5. And most importantly God gave the Israelites the gift of His sheltering and guiding presence.15

اور سب سے اہم بات یہ ہے کہ خدا نے اسرائیلیوں کو اپنی پناہ اور رہنمائی کی موجودگی کا تحفہ دیا۔ یہودی تحریک کو زیونیزم اور عیسائی تحریک کو کریسچن زیونیزم کہتے ہیں، عیسائی زیونیست زیادہ سرگرم ہیں ملکہ ویکٹوریہ نے باقاعدہ ایک فنڈ قائم کیا تھا اور یہودیوں کے لاٹ پادری کے سپرد کیا تھا کہ ارض موعود (Promised land) کا نقشہ جو توریت کے اندر ہے وہ بتایا جائے، اس فنڈ کے ذریعے ارض موعود (Promised land) کا نقشہ تیار کیا گیا۔

تھیوٹور ہرٹزل سے قبل بلیک سٹون جو کہ امریکہ کا کٹر عیسائی تھا سب سے پہلے اسرائیل کے قیام کا نظریہ اس نے پیش کیا۔

اس نے کتاب لکھی Jesus is Coming soon اس کتاب کے 10 لاکھ نسخے فروخت ہوئے اور اڑتالیس زبانوں میں اس کے ترجمے ہوئے، اس کتاب میں وہ لکھتا ہے:

”اسرائیلی ریاست کے قیام میں صہیونی تحریک کامیاب ہو نا

ہو تو رایت کے مطابق صہیونی ریاست کا قیام ہو نا ہی ہے۔“

تھیوٹور ہرٹزل ویانہ کا صحافی ہے اس کی کتاب ہے The Jewish Stat اس میں وہ لکھتا ہے :

”میں نے یہودی ریاست کی بنیاد رکھ دی، اگر یہ بات پر زور کہوں تو دنیا

مجھ پر ہنسے گی لیکن پانچ نہ سہی پچاس سال تک سب دیکھ لیں گے۔“

اس سے معلوم ہوا کہ صہیونی تحریک کا مقصد ارض موعود کا حصول ہے اور یہودی و عیسائی کے عقائد میں یہ بات شامل ہے کہ یہ زمین ہماری ہے اور ہم ہی اس کے وارث ہیں جیسا کہ بائبل میں لکھا ہے:

The "Promised Land" was the geographic area God declared to

give to his chosen people, the offspring of Abraham. The promised land was placed in ancient Canaan, on the eastern side of the Mediterranean Sea.

The promised land of Canaan, eventually called Israel, was a fertile land with brooks and deep springs that gushed out into the valleys and hills. The rich soil produced wheat and barley, vines and fig trees, pomegranates, and olives.

There, the Israelites would lack nothing.16

کنعان کی وعدہ شدہ سرزمین، جسے آخرکار اسرائیل کہا جاتا ہے، ایک زرخیز زمین تھی جس میں نہروں اور گہرے چشمے تھے جو وادیوں اور پہاڑیوں میں بہتے تھے۔ زرخیز زمین سے گندم اور جو، انگور کی بیللیں اور انجیر کے درخت، انار اور زیتون پیدا ہوتے تھے۔ وہاں بنی اسرائیل کو کسی چیز کی کمی نہیں ہوگی۔

صحیفہ میں بیان کیا گیا ہے کہ "دودھ اور شہد سے بہتی ہوئی زمین"، مٹی زراعت اور چرواہے کے لیے بھرپور تھی، پہاڑ عناصر اور ان کے دشمنوں سے تحفظ اور تحفظ فراہم کرتے تھے، اور خشک آب و ہوا نے مویشیوں کے پھلنے پھولنے کے لیے بہترین حالات فراہم کیے تھے۔

یہودی اور عیسائی صہیونی میں فرق :

13 . Deuteronomy 29:5

14 . Exodus 5:6-21

15 . Exodus 13:21

16. Exodus 3:17; Numbers 13:27, Deuteronomy 8:6-9

عیسائیوں کی صہیونی تحریک کو یہودیوں کی صہیونی تحریک سے کیسے جدا کیا جائے ایک اسٹڈی کرنے کے لیے تفہیم کے لیے اس کو الگ کیا جاتا ہے تو جو یہودیوں کی تحریک ہے اس کو Zionist Movment کہتے ہیں اور جو عیسائی صہیونیوں کی تحریک ہے اس کو Christian Zionism کہتے ہیں عیسائی زیونسٹ جو ہیں وہ یہودی زیونسٹ سے زیادہ سرگرم عمل رہے ہیں اسرائیل کے قیام کے سلسلے میں۔

تاریخی مراحل

حقیقت یہ ہے کہ صہیونیت کی ابتدا یورپ میں ہوئی، فلسطین میں نہیں۔ انیسویں صدی کے آغاز میں نوے فیصد (90%) یہودی یورپ میں رہتے تھے۔

اس طرح، استعمار اور آباد کاری صہیونی نظریہ کی بنیادوں میں سے ایک ہے، جس کی جڑیں فکر، طریقہ کار اور عمل میں یورپی استعمار میں پیوست ہیں۔ یورپی استعمار کے بغیر کوئی صہیونیت نہیں ہے، اور صہیونی استعمار کے لیے اس وقت تک کامیابی ممکن نہیں ہے جب تک آباد کاری نوآبادیات نہیں ہے۔ اس لیے، نوآبادیاتی رجحان، تمام صہیونی نظام کے آغاز میں نہیں تھا، بلکہ اس کے نتیجے میں ایک ہی وقت میں استعماری طرز عمل کا آغاز ہوا تھا۔

صہیونیت اور استعمار کے درمیان قریبی تعلق کے مظاہر میں سے صہیونیت کے رہنما تھورڈ ہرزل کا سلطان عبدالحمید دوم کے دور میں جرمن شہنشاہ سے رابطہ کرنا اور اس سے فلسطین کی سرزمین کا ایک حصہ دینے کے لیے سلطان سے مداخلت کرنے کا مطالبہ کرنا ہے۔ اسی طرح، صہیونی رہنماؤں نے پہلی جنگ عظیم کے دوران برطانیہ کا رخ کیا اور اسے بالفور اعلامیہ حاصل کرنے کے قابل بنایا۔ جب برطانیہ کی طاقت ختم ہوئی تو صہیونیت نے امریکہ کا رخ کیا۔

صہیونیت کی جڑیں یہودی تاریخ سے منسوب کرنے کے ان صہیونی دعوؤں سے قطع نظر، انیسویں صدی کے آخر میں شروع ہونے والی صہیونیت کے مورخین، اس کی جڑیں اسی صدی کے وسط میں، کچھ یہودی مذہبی شخصیات اور مفکرین کی طرف سے پہلے کی گئی کالوں سے ڈھونڈتے ہیں۔ اس کا بنیادی مقصد نوآبادیاتی دور کی بنیاد پر قومیت کے نقشے پر ابھرناتھا اور یورپ کو نوآبادیاتی نظام کی بنیاد پر بنایا گیا تھا۔

ظلم کے دور کے بعد یورپ میں یہودیوں کی کھلی آزادی کا دور آیا، خاص طور پر 18 ویں صدی میں۔ انقلاب فرانس کے بعد، یہودیوں کو شہری کے طور پر مساوی حقوق دیئے گئے، اور یہودی بستی کی دیواریں گرنے لگیں۔ بہت سے یہودی مغربی معاشروں میں ضم ہونے لگے، لیکن اس انضمام کو بعض مزاحمتی لہروں سے ملا، جسے یورپی مزاحمت کہا جاتا ہے۔ یہود دشمنی پھیل گئی، جس نے وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ سیاسی صہیونیت کے ظہور میں اہم کردار ادا کیا، دریں اثنا، یورپی عیسائیوں کا ایک اور گروہ یہ سمجھتا تھا کہ یہ ان کا فرض ہے کہ وہ مسیحا کے آنے کی توقع میں یہودیوں کی واپسی میں مدد کریں، جیسا کہ امریکی عیسائیوں کا نظریہ ہے۔

پھر، انیسویں صدی کے وسط کے بعد، سیاسی حالات اور عیسائی اور یہودی مذہبی پروپیگنڈہ جاری رہا، جو روس میں یہودیوں کے خلاف قتل عام کے بعد اپنے عروج پر پہنچ گیا۔ اس کے نتیجے میں پہلی بار یہودیوں کی فلسطین کی طرف ہجرت ہوئی،

پھر اس ہجرت کی دو قسمیں ہیں :

1. ایک ہجرت جس کی خصوصیت مذہبی نعروں اور غربت تھی یہ ظلم و ستم اس کا ایک جواز ہے اور مظلومیت کارڈ کھیلا گیا۔

2. لیکن سیاسی صہیونیت وہی ہے جو اس سب کے بعد سامنے آئی، اپنے منصوبے کو سادہ لوح، غریب اور مذہبی یہودیوں کے کندھوں پر رکھ کر آگے بڑھایا۔

صہیونیت اور استعماریت:

یقیناً صہیونی خیال کی مذہبی بنیاد کے اس منصوبے کے استعماری مقصد کے سلسلے میں اس بات کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ بہت سے مورخین، جنہوں نے صہیونیت، اس کی تاریخ اور اس کے مقاصد کا جائزہ لیا ہے انہوں نے اس بات کو نقل کیا ہے۔

استعماری منصوبہ:

ابتدائی صہیونی حامیوں کے زمانے سے صہیونیت کو ایک استعماری منصوبے کے طور پر پیش کیا گیا۔ مثال کے طور پر، 19 ویں صدی کے اواخر میں، صہیونی مصنف اور وکیل بیریسٹر سمولنسکین¹⁷ نے ارض موعود

¹⁷ - بیریسٹر سمولنسکی (2842-2885 عیسوی): ایک روسی مصنف اور صہیونی کارکن، روس میں پیدا ہوئے اور ایک تلمودی اسکول میں تعلیم

حاصل کی۔ انہوں نے 1949 عیسوی میں میگزین HaShachar (Dawn) کی بنیاد رکھی، جو عبرانی زبان کا سب سے اہم رسالہ تھا جس نے روشن خیالی کی تحریک کے خیالات کا اظہار کیا، جس میں سمولنسکی اپنی ابتدائی فکری زندگی میں ایک ممتاز وکیل تھے۔ اپنے مضامین میں، اس نے پسپا، روایتی یہودی کردار پر تنقید کی اور ایک روحانی یہودی قوم پرستی کا اپنا وزن پیش کیا جو زمین سے نہیں بلکہ تورات سے منسلک ہے۔

کے لیے ایک وژن وضع کیا، جس میں کہا گیا کہ یہ یہودی بستیوں کے قریب بھی ہے اس سے زیادہ دور نہیں ہے اور اس کی مٹی اعلیٰ معیار کی ہے، جو یہودی آباد کاری کو پھلنے پھولنے میں مدد دے گی۔
اس نے یہ بھی دعویٰ کیا کہ وہاں تجارت، زراعت اور صنعت ترقی کرے گی، اور زمین کا محل وقوع اسے ایک تجارتی مرکز میں بدل دے گا جو یورپ، ایشیا اور افریقہ کو ملاتا ہے، جیسا کہ یہ قدیم زمانے میں تھا۔

یہ یہودی ریاست کو مغربی استعمار کے مفادات کے دفاع کے لیے قائم کردہ ایک فعال ریاست کے طور پر پیش کرنے کی شروعات میں سے ایک سمجھا جاتا ہے۔

نظریے کی بنیادیں

1. مذہبی جواز: ”خدا کا وعدہ۔ صہیونی نظریات کے مطابق خدا کا ابراہیم سے کیے گئے عہد (حوالہ ماقبل میں تحریر کیا جا چکا) کی وجہ سے اس زمین کے مستحق بوجہ ابراہیم علیہ السلام کی اولاد ہونے کے یہود مستحق ہیں۔
2. قومی جواز: یورپ میں سامیت مخالف مظالم کے بعد محفوظ پناہ گاہ کی ضرورت تھی اور وہ پناہ گاہ یہی سرزمین ہے۔

3. تاریخی جواز: 2000 سال بعد ”تاریخی حق“ کی بنیاد پر واپسی کا دعویٰ کہ تاریخی لحاظ سے اس سرزمین کے وارث یہودی ہیں۔

4. مذہب اور سیاست کا امتزاج: مذہبی صہیونیت نے ریاست کے قیام کو ”نجات کا آغاز“ قرار دیا۔ ربی ابراہیم کوک جیسے علما نے سیاسی صہیونیت کو مذہبی تقدس دیا۔ اس سے ریاست کی ہر پالیسی کو ”الہامی“ رنگ مل گیا۔

5. زمین اور آبادکاری کا نظریہ: ”زمین کی فتح“ صہیونی تحریک کا نعرہ تھا۔ اس کا مطلب یہودیوں کے ذریعے زیادہ سے زیادہ زمین خریدنا اور یہودی مزدوروں سے آباد کرنا تھا۔ 1948 کے بعد یہ پالیسی ریاستی سطح پر جاری رہی۔

جواب :

1. ابراہیم علیہ السلام سے جو وعدہ تھا اس کی شرائط تھیں جو کہ قرآن مقدس اور آسمانی کتب میں مذکور ہیں ان شرائط کے پورا نہ ہونے کی بناء پر صہیونی کا دعویٰ وراثت درست نہیں ذیل میں آیات قرآنیہ کا ذکر کیا جاتا ہے:
قرآن پاک، بہت سے مقامات پر اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ خدا اپنی زمین کو اپنی مخلوق کے درمیان ان کے اعمال کے مطابق بدل دیتا ہے۔ صرف نیک لوگ باقی رہیں گے، جب کہ بدعنوان اور گمراہ فنا ہو جائیں گے یا بدل جائیں گے۔

فرمایا: اور وہی ہے جس نے تم کو زمین پر جانشین بنایا اور تم میں سے بعض کو بعض پر درجات بلند کئے تاکہ جو کچھ اس نے تمہیں دیا ہے اس میں تمہاری آزمائش کرے۔ بے شک تمہارا رب جلد سزا دینے والا ہے۔ 18

اس نے تمہیں زمین پر جانشین بنایا ہے، یعنی اس نے تمہیں اس میں نسل در نسل آباد کیا ہے، صدی کے بعد صدیوں تک، اور اس کے بعد آنے والے کے بعد جانشین بنایا ہے... (تاکہ وہ تمہیں آزمائے اس میں جو اس نے تمہیں دیا ہے)۔

اسی طرح سورت الاعراف آیت نمبر 74 میں فرمایا: قوم عاد کے بعد تمہیں خلیفہ بنایا۔۔۔

اسی طرح سورت الاعراف، آیت نمبر 100 میں فرمایا:

”اور کیا وہ جو زمین کے مالکوں کے بعد اس کے وارث ہوئے انہیں اتنی ہدایت نہ ملی کہ ہم چاہیں تو انہیں ان کے گناہوں پر آفت پہنچائیں اور ہم ان کے دلوں پر مہر کرتے ہیں کہ وہ کچھ نہیں سنتے۔“
اللہ تعالیٰ نے مومنین کو کافروں کی ہلاکت کے بعد ان کے ایمان کی بدولت زمین کی حاکمیت عطا کی فرمایا:

{ وَلَنَسْكُنَنَّكُمْ الْأَرْضَ مِنْ بَعْدِهِمْ ذَلِكَ لِمَنْ خَافَ مَقَامِي وَخَافَ وَعِيدِ } 19

ہم تمہیں ان کے بعد زمین پر اقتدار دیں گے، کیوں کہ یہ اقتدار اس کے لئے ہے جو میرے سامنے (قیامت کے دن) کھڑا ہونے سے ڈرے۔

اسی طرح مفسدین سے مصلحین کی طرف اقتدار کو منتقل کرنے کے متعلق فرمایا:

کتے باغات اور چشمے وہ چھوڑ گئے اسی طرح ہم نے دوسری قوم کو وارث بنادیا 20

یہودیوں نے انبیاء کرام کو جھٹلایا، ان کو قتل کیا، شرک کیا، اور تمام گناہ بالا ارادہ کئے اور ان پر اصرار کیا جس کی وجہ سے محروم ہوئے۔

تاریخی جواز کا رد:

عہد نامہ قدیم، جو یہودیوں اور عیسائیوں کے لیے مقدس ہے، واضح طور پر فلسطین کی سرزمین پر آباد ہونے میں کنعانیوں کی برتری کو بیان کرتا ہے۔ یہ ایک انسانی ماخذ ہے (حالانکہ اسے انسانی ہاتھوں سے تبدیل کیا گیا ہے) جو اس حقیقت کو تسلیم کرتا ہے کہ مسلمانوں کو برتری حاصل ہوگی۔

"قدیم تاریخ کی کتابیں، جو جدید آثار قدیمہ کی دریافتوں کی تصدیق کرتی ہیں، بیان کرتی ہیں کہ: "یروشلم اور اس کے گردنواح کے پہلے باشندے یبوسی تھے۔ وہ یروشلم کے اصل معمار تھے، جسے اپنے زمانے میں 'جیسی' کہا جاتا تھا۔ وہ ابتدائی عربوں کی ایک شاخ تھی جو اس کے بعد جزیرہ نما عرب کے قلب سے نکلی اور جزیرہ نما عرب کے ارد گرد کے تین حصوں میں پھیل گئی اور یہ 3000 قبل مسیح کا واقعہ ہے۔ 21

یہ کوئی تعجب کی بات نہیں ہے، کیونکہ جزیرہ نما عرب سے نکلنے والے تمام لوگ عرب لوگ ہیں جن کی نسلی، لسانی اور معاشی ابتداء اس قوم سے ملتی ہے جس نے شاخیں بنائی اور جن کی نقل مکانی مختلف ناموں سے ہوئی (بشمول کنعانی)۔"

کنعانی سامی عرب لوگ تھے، اور بعض اوقات ان کا نام فلسطین کے تمام (غیر اسرائیلی) قبائل پر لگایا جاتا ہے۔

کنعانی صدیوں تک سرزمین فلسطین میں رہے اور کوئی حملہ آور طاقت انہیں وہاں سے اکھاڑ نہ سکی۔ لہذا اس میں کوئی شک نہیں کہ آج فلسطین کے عرب اپنے آباؤ اجداد، کنعانی، یبوسی اور فلسطیوں کی اولاد ہیں، جو تمام یہودیوں کے ظلم و ستم اور مسلسل بیرونی حملوں کے باوجود سرزمین پر قائم رہے۔

جدید سائنس بتاتی ہے کہ فلسطین میں سب سے پہلے معلوم ہونے والے آثار کنعانیوں اور اموریوں سے ملتے ہیں، دو لوگ جو جزیرہ نما عرب سے شمال کی طرف ہجرت کر کے لیونٹ میں آباد ہوئے، خاص طور پر فلسطین میں۔ یہ فلسطین کی تاریخ میں ایک اچھی طرح سے قائم اور واضح حقیقت ہے، جس پر تمام مشرقی اور مغربی باشندوں نے اتفاق کیا ہے۔ فلسطین کنعانی اور اموری عربوں کا ہے۔ 22

فلسطین اور اس کے گردنواح میں بسنے والے ان لوگوں نے تاریخ پر اپنا نشان چھوڑا۔ جہاں بہ پڑوسی لوگوں کے ساتھ رابطے میں آئے، ثقافتی طور پر ان سے متاثر ہوئے۔ مؤرخین کے درج کردہ ایک حقیقت کی طرف اشارہ کرنا کافی ہے:

"کنعانی (جنہیں یونانی فونیشین کہتے تھے) تاریخ کی پہلی سمندری قوم تھی، جب انہوں نے سمندروں کو عبور کیا اور مشرق اور مغرب کے درمیان سمندری راستے قائم کیے، کالونیاں قائم کیں، اور اپنی تہذیب کو پھیلایا اور دوسروں کی تہذیبیں جن کے مختلف خطوں کے درمیان تجارت کی جاتی تھی۔۔۔ ان کی سب سے اہم سرگرمیوں میں سے افریقا کی طرف آنا جانا۔

انہیں برطانیہ پہنچنے اور اس کے ساتھ تجارت کرنے کا سہرا بھی جاتا ہے۔ انہوں نے مٹی کے برتنوں، نمک اور تانبے کے برتنوں کے بدلے اس سے ٹن حاصل کیا۔

کنعانیوں نے انسانی تہذیب کی تاریخ میں بھی ایک اہم کردار ادا کیا، خاص طور پر جدید دھاتی کام، لوہے اور لکڑی کے کام، زراعت، فوجی فنون، اور سرنگوں کا استعمال کرتے ہوئے پانی کے نیٹ ورک سے متعلق انجینئرنگ کے کاموں میں۔ انسانیت کے لیے کنعانی تہذیب کی سب سے بڑی شراکت حروف تہجی کی ایجاد تھی۔ 23

کنعانی تہذیب پر بحث کرنا ایک بہت طویل موضوع ہے۔ یہاں مقصد سرزمین فلسطین کے پہلے معلوم باشندوں کی شناخت اور ان کی تہذیب کا مختصر جائزہ پیش کرنا تھا۔

اثرات و نتائج

سماجی اثرات

لاکھوں فلسطینیوں کی بے دخلی، مہاجر کیمپوں کا قیام اور شناخت کا بحران۔

سیاسی اثرات

خطے میں مسلسل جنگیں: 1948، 1967، 1973۔ امن عمل کا تعطل۔

21۔ عارف العارف، تاریخ القدس۔

22۔ ظفر الاسلام خان، تاریخ فلسطین قدیم/29-30

23۔ ڈاکٹر احمد سوسہ، عرب اور یہود تاریخ میں، 10-16

مذہبی اثرات

مقدس مقامات تک رسائی کا تنازعہ اور مذہبی جذبات کا سیاسی استعمال۔

خلاصہ کلام:

تجزیے سے واضح ہوتا ہے کہ صہیونیت نے ارض مقدس کے مذہبی تصور کو قومی ریاست کے مقصد کے لیے استعمال کیا۔ مذہب، تاریخ اور سیاست کے اس امتزاج نے تنازعہ کو پیچیدہ بنا دیا۔

سفارشات:

1. تمام مذاہب کے مقدس مقامات کے تقدس کا احترام
2. بین الاقوامی قوانین کے مطابق منصفانہ سیاسی حل
3. تاریخی بیانیوں کا متوازن اور علمی جائزہ

مصادر ومراجع

1. القرآن
2. ابن قیم الجوزی، ہدایۃ الحیاری
3. اخبار الایام الثانی:
4. تکوین:
5. ڈاکٹر احمد سوسہ، عرب اور یہود تاریخ میں
6. صمویل الثانی:
7. ظفر الاسلام خان، تاریخ فلسطین قدیم
8. عارف العارف، تاریخ القدس۔
9. Exodus 16:12-15,
10. Genesis 15:14, Exodus
11. Deuteronomy
12. Exodus
13. Ben-Gurion, D. (1971). _Israel: A Personal History_. New York: Funk & Wagnalls.
14. Herzl, T. (1896). _Der Judenstaat_. Vienna: M. Breitenstein.
15. International Court of Justice. (2004). _Legal Consequences of the Construction of a Wall_. Advisory Opinion.
16. Khalidi, R. (2006). _The Iron Cage: The Story of the Palestinian Struggle_. Boston: Beacon Press.
17. Ravitzky, A. (1996). _Messianism, Zionism, and Jewish Religious Radicalism_. Chicago: University of Chicago Press.
18. Said, E. (1992). _The Question of Palestine_. New York: Vintage Books.
19. Shlaim, A. (2000). _The Iron Wall: Israel and the Arab World_. New York:
20. United Nations. (1947). _UN General Assembly Resolution -